توحید بحیثیت موثر و محرک حیات کے اقبال کی نظر میں

زینب خاتون کاکا خیل

انسان ایک چھوٹی سی کائنات ہے جسکو اللہ تعالی نے عقل و شعور و وجدان و ذوق اور احساسات و جذبات اسلئے دئے ہیں تا کہ یہ سب انسان کے جذبہ خود شعوری یا انا کے اثبات میں اسکی خدمت انجام دے سکیں۔ خود شعوری کا اثبات انسان اکیلا نہیں کر سکتا بلکہ معاشرے کے اندر کرتا ہے۔ خودی کا جذبہ انسان میں لا متناہی خواہشات کی تخلیق کرتا رہتا ہے۔ ان تمام خواہشات کی اصل ایک ایسی ہستی مطلق یا انائے کبیر کی جستجو ہے جو انسان کا انفرادی و اجتماعی مشکلات میں ہمدم ودمساز ہو اور اسکی آرزو کی تکمیل میں اسکا مددگار ہو۔ پریشانی اور اضطراب میں انسان اسکو اپنا قبلہ حاجات تصور کرسکے۔ انسان تمام مخلوقات میں اشرف ہے۔ تو اس ہستی کو جو اسکی دمسازی کرنے کے قابل ہو اسکو تمام انسانونکی دمسازی انفرادی اور اجتماعی صلاحیتوں سے بڑی زیادہ صلاحیتوں اور لا متناہی امکانات کا مالک ہونا چاہئے۔ وہ صرف ایسی ہستی ہوسکتی ہے جو یگانہ و یکتا برتر اور توانا اور حی و قیوم ہو۔ کسی چیز کی اسکے پاس کمی نہ ہو کوئی اس جیسا نہ ہو۔

انسان کی اس جستجو میں اللہ تعالی نے ہر زمانہ۔ ہر قریہ اور ہر قوم میں اپنے انبیاء بھیج کر رہنمائی کی ہے تا کہ وہ اسکے بعد انکو اس یکتا ہستی کا سراغ دیں جسکی درحقیقت انکو تلاش ہے لیکن انسان ہے کہ پھر بھی بھٹکتا اور ٹھوکریں کھاتا رہا۔ شجر و حجر۔ چاند ستارے اور سورج کو خدا بنا بنا کر زندگی کے ارتقا میں رکاوٹیں ڈالتا رہا تا آنکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ آپ نے انسان کے دل پر توحید کا نقش ایسا قائم کیا کہ دنیا خدایان باطل اور مظاہر قدرت کی پرستش سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آزاد ہوگئی۔ قرآن نے اعلان کیا کہ زندگی بشمول انفرادی و اجتماعی اور دنیوی و آخروی کے ایک وحدت ہے۔ اور اس کے ارتقا اور استحکام کے لئے ایک ہی اصول کار فرما ہے اور وہ یہ ہے۔

کلمة طیبة اصلها ثابت و فرعها فی السماء

توحید ھی زندگی کی تمام اقدار کا سرچشمہ ہے۔ کوئی عمل بغیر توحید کے اثبات کے صالح نہیں ھوسکتا۔ زندگی کے خفتہ امکانات کا اظہار بغیر توحید کے ممکن نہیں اور شرک ایسا گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک لمن یشاء

نو افلاطونی اور ویدانتی فلسفہ کے رواج پا جانے سے مسلمانوں میں چھٹی سے دسویں صدی ھجری تک وحدت معبود کی بجائے وحدت وجود کی طرف رجحان بڑھ گیا۔ جس سے ایمان کی حرارت سرد پڑگئی اور عمل کی بجائے مسلمان فلسفیانہ موشگافیوں میں مشغول ھوگئے۔ تسخیر کائنات کی بجائے راھبی اور گوشہ گیری کو نصب العین سمجھا جانے لگا۔ اس نازک دور میں قدرت نے حضرت مجدد رح الف ثانی کو تجدید دین کے لئے مامور کیا۔ حضرت مجدد رح نے وحدت وجود کے خلاف مسلمانوں کی خالص دینی توحید کیطرف بازگشت کے لئے سعی کی۔ اور بتایا کہ مسلمان کا نصب العین فنا فی اللہ کا مقام نہیں ہے بلکہ مقام عبدیت کا حاصل کرنا اور اس دنیا میں خلافت الہی کے فرائض انجام دینا ہے۔

حضرت مجدد رحمتہ‌اللہ کے متبعین اور ان کی تحریک کے علم برداروں میں حضرت علامہ اقبال ایک ممتاز مقام رکھتے ھیں۔ انکے سارے کلام پر نظر ڈالیئے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۳۸ء تک جو کچھ انہوں نے کہا اسکا محور و مرکز لا الہ الا اللہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ انکے ذکر روح پرور اور فکر نکتہ آرا کا سرچشمہ لا الہ الا اللہ ہے۔ علامہ اقبال توحید کی رمز کشائی ایک مرد حال کی حیثیت سے کرتے ھیں۔ یعنی توحید کے نکات اسطرح بیان کرتے ھیں جیسے کہ اس کلمہ کو انہوں نے تمام کائنات میں بشمول اپنی ذات کے موثر و فعال مشاھدہ کیا ھو۔ وہ دور قوم کا دور انحطاط تھا توحید پر عام طور پر ایمان ایک زندہ قوت کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک ایسے عقیدہ کی حیثیت سے تھا۔ کہ جس سے آخرت میں مسلمانوں کی نجات سمجھی جاتی تھی۔ علامہ اقبال نے جدید سائنسی دور کے ذھنی تقاضوں کے مطابق قرآن کی تفسیر بیان کرتے ھوئے بتایا کہ عقیدہ کفارہ کیطرح سے توحید محض ایک عقیدہ DOGMA نہیں ہے۔ جسکی کارفرمائی اس دینوی زندگی کے خاتمے پر شروع ھوتی ھو۔ زندگی ایک وحدت ہے اور توحید اسکے ھر پہلو میں ایک فعال عنصر اور ایک اساسی محرک ہے۔

توحید افراد کی زندگی میں

علامہ رح رموز بے خودی میں فرماتے ہیں۔

پست اندر سایہ اش گردد بلند   خاک چون اکسیر گردد ارجمند

انسان جب شرک میں مبتلا ہو تو وہ اس بلند و برتر یگانہ ویکتا ھستی سے جو تمام اقدار زندگی کا سرچشمہ ہے مجھور ہونے کیوجہ سے پست۔حقیر اور بے سایہ ھوتا ھے وہ خاک کی چٹکی کے سوا کچھ بھی نہیں ھوتا۔لیکن جب انسان توحید کا اثبات کرکے اس اعلے ھستی سے اپنے آپکو وابستہ کر لیتا ھے تو وہ خاک کی چٹکی اکسیر کیطرح قدر و قیمت کی مالک بن جاتی ھے۔ توحید ایک طاقت ھے۔ ایک قوت ھے جو انسان کو وہ توانائی اور قدرت عطا کرتی ھے کہ انسان تمام باطل قوتوںکی فاتحانہ مزاحمت کرکے انکو مسخر کر لیتا ھے اور راہ حق میں صلاحیت عمل کا مالک بن جاتا ھے۔

توحید پر ایمان لانے سے انسان ایک محکم ترین مرکز سے وابستگی پیدا کرکے تذبذب اور خوف جیسی دشمن حیات بلاؤں سے نجات حاصل کرکے جرأت ایمانی سے مالا مال ہو جاتا ھے۔انسان کو یکسوئی حاصل ھوتی ھے اور شکوک و اوھام کے پردے اسکی نگاھوں سے اٹھ جاتے ھیں۔اور وہ ضمیر کائنات کا واشگاف طور پر مشاھدہ کرتا ھے۔عبدیت کا مقام وہ مقام ھے جسکا حاصل کرنا انسان کا مقصود حقیقی ھے۔اسکو حاصل کرکے اسپر ثابت قدم ھونے سے ایک تہی دست اور مخلص انسان بھی آیات الٰہی کے مشاھدہ کی قوت کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ھے۔

توحید دل انسانی کی ماھیت کو معجزانہ طور پر بدل دیتی ھے وہ اگر پتھر بھی ھو تو ایمان کی حرارت سے موم بن جاتا ھے جسکی بہترین مثال حضرت عمر رض کی شخصیت میں موجود ھے۔اور جس دل میں راز حق موجود نہ ھو تو وہ دل نہیں بلکہ کیچڑ کا ایک لوتھڑا ھے۔ کیونکہ وہ آرزو کی رفعت و مرکزیت سے محروم ھے۔

ضرب کلیم میں علامہ فرماتے ھیں کہ توحید کے بغیر انسان کی خودی کا اثبات ھی ممکن نہیں ھے۔

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ھے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

جذبہ حریت آزادی رائے اور خود اعتمادی توحید ہی کا ثمرہ ہے۔ توحید ہی فرد کی ذہنی اخلاقی۔ فکری اور روحانی انفرادیت کی باز آفرینی کا اصل سرچشمہ ہے۔ یہ علامہ کا صرف نظریہ ہی نہیں بلکہ ان کی ذاتی واردات ہے۔ چنانچہ ارمغان حجاز میں حضور سے عرض کرتے ہیں کہ میرے اندر یہ جہان ذکر و فکر و سوز و گزار لا الہ الا اللہ کے بیج سے ہی پھوٹ نکلا ہے۔

جہانے کو ز تخم لا اللہ دست
بیا بنگر بساغوش ضمیرم
بچشم من نگاہ آوردہ تست دیگر
فروغ لا الا آوردہ تست

لا الہ الا اللہ — ملت کی محکم ترین اساس ہے

ملت بھی ایک جسم ہے جسکو اپنے قیام کے لئے روح کی ضرورت ہے۔ روح کا کام یہ ہے کہ وہ ملت کے افراد کے افکار عزائم و مقاصد اور آرزوؤں میں سے تفرقہ کو دور کرکے ان سبکو ایک رشتہ اتحاد میں پرو دے۔ مآل و مدعا و عیار خوب وزشت کا اتحاد قوموںکی روح ہے جبتک یہ نہ ہو تو قومیں زندہ نہیں رہ سکتی اور یہ اتحاد بغیر توحید کے ممکن نہیں ہے۔

گر نباشد سوز حق در ساز فکر
نیست ممکن این چنیں انداز فکر

زبان و وطن رنگ و نسب میں سے کوئی چیز بھی ملت کی شیرازہ بندی کا کام نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں ناپائدار تغیر پذیر اور محدودھونے کی وجہ سے ملی اقدار کا سرچشمہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ نوع انسانی میں جذبہ اخوت، حریت اور مساوات کی پرورش کرنے کی بجائے یہ سب قدریں تنگ نظری نفاق اور افتراق کا اور افراد اور اقوام کی باھمی رقابت و دشمنی کا بیج بوتی ھیں اور نوع انسانی کو قیود کی زنجیروں میں جکڑتی ھیں۔

تا وطن را شمع محفل ساختند
نوع انسان را قبائل ساختند
روح از تن رفت و ھفت اندام ماند
آدمیت گم شد و اقوام ماند

یہ توحید کا ہی اعجاز ہے کہ نسل انسانی میں سے جغرافیائی حدود کی پابندیاں اٹھ جاتی ھیں زبان کے اختلافات مٹ جاتے ھیں۔ نسلی تعصبات کی زنجیریں ٹوٹ جاتی ھیں اور قبائل ختم ھوکر نوع انسانی کا ایک عالمگیر بھائی چارہ قائم

ہو جاتا ہے ۔ بلال رض حبشی سرداران قریش کا سردار بن جاتا ہے اور لا کھوں ۔ کروڑوں انسانوں کے سینوں میں ایک ہی مقصد کے لئے دھڑکتا ہے اور ان سبکے دلوں میں واحد امنگ پرورش پاتی ہے ۔

علامہ رموز بے خودی میں ہی فرماتے ہیں

خدائے برتر تمام اعلیٰ اقدار کا منبع ہے ۔ مذہیں اسپر ایمان لانے سے الوالعزمی اور عالی ہمتی کے جذبہ سے سرشار ہو جاتی ہیں ۔ انکے عزائم بلند اور مقاصد ارجمند ہوتے ہیں ۔ تسخیر کائنات میں انکے عمل کا معیار اسقدر ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے کہ آفتاب ریگ کہکشاں انکے قدموں سے جھاڑنے کی سعادت حاصل کرتا ہے ۔

ضرب کلیم میں علامہ نے اس مضمر حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ جس ملت کی اساس خدائے یگانہ و یکتا پر ایمان ہو وہ قوم بھی تمام ملتوں کے درمیان مقام یکتائی حاصل کر لیتی ہے اور دنیا کی کوئی قوم زندگی میں اسکے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی ۔

رهیگا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا
اتر گیا جو تیرے دل میں لا شریک لہ

کفر و شرک بزدلی — خوف اور تذبذب کا باعث ہے ۔ توحید ایمان — اذعان جرأت و جان بازی اور حوصلہ مندی عطا کرتی ہے ۔

اثبات توحید حیات دوام کا ضامن ہے

توحید کائنات کی عظیم ترین حقیقت اور سب سے بڑی صداقت ہے ۔ خدا کی آیات کائنات کی ہر چیز میں موجود ہیں، وہ ذات حی و قائم و دائم ہے جسکا ذکر ہمیشہ قائم رهیگا ۔ علامہ نے اسرار و رموز میں قرآن کی آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جو قوم دنیا میں خدا کے ذکر کو قائم کئے ہوئے ہے اسکی آیات کی نگہبان ہے اور دنیا کی سب سے بڑی صداقت یعنی توحید پر شاہد ہے ۔ وہ قوم کبھی مٹ نہیں سکتی ۔ اسکا دوام موعود ہے ۔ فرزندان توحید ابراہیم ع کی اولاد ہیں جنکے لئے حوادث کی ہر آگ گلزار بن جاتی ہے ۔ اس حقیقت کے ثبوت کے لئے تاریخی شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں ۔ مثال کے طور پر فتنہ تاتار ہی کو لیجئے کہ یہ آگ ملت اسلامی کے لئے گلزار بن گئی ۔ اجل مشرک قوموںکے لئے ہے ۔ امت مسلمہ اس سے بے پرواہ ہے ۔

عشق از سوز دل ما زندہ است
از شرار لا اللہ تا بندہ است
گرچہ مثل غنچہ دلگیریم ما
گلستان میرد اگر میریم ما
لا الہ الا اللہ

حضرت علامہ نے مندرجہ بالا عنوان سے مثنوی مسافر میں ایک نہایت ہی معنی خیز مثنوی لکھی ہے جسمیں انہوں نے توحید کے دونوں اجزا (منفی لا اور مثبت الا) کے معنی الگ الگ بیان کئے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ تخسیر کائنات اور زندگی کی حرکت ارتقائی لا و الا میں مضمر ہے۔ وہ اپنے مخصوص وارداتی انداز میں فرماتے ہیں کہ

نکتہ می گویم از مردان حال
امتان راہ لا جلال الا جمال

زندگی کی تعمیر کے لئے جلال اور جمال دونوں ضروری عناصر ہیں۔ جلال تو لا میں مضمر ہے اور جمال الا میں۔ لا توحید کی پہلی منزل ہے۔ جسمیں غیر اللہ کی نفی کرکے باطل کی قوتوں پر ہول قیامت طاری کیا جاتا ہے۔ لا ایک بجلی کی گرج ہے جو باطل کو لرزہ بر اندام کرکے داغ حسرت میری دیتا ہے۔ لا سے لات و منات پاش پاش ہو جاتے ہیں، باطل کی زنجیریں ٹوٹ جاتی ہیں اور توھمات دور ہو جاتے ہیں۔ اسکے بعد دوسری منزل الا اللہ کی ہے جسمیں ملتیں باطل سے پاک دنیا کے اندر توحید کا اثبات کرکے جہاں ھائے تازہ کو جنم دیتی ہیں۔ دنیا میں خدا کی خدائی کا سکہ بٹھا کر قرآنی نظام زندگی اور تہذیب و تمدن کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ اسلئے فرمایا ہے کہ الا اللہ توسونکے لئے جمال کا باعث ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

لا و الا احتساب کائنات
لا و الا فتح باب کائنات

لاولا کیا ہے۔ یہ کائنات کا محاسبہ ہے۔ یعنی مومن کائنات کی جانچ پڑتال کرکے ہر ایک چیز کو توحید کی روشنی میں اسکی صحیح قدر و قیمت عطا کرتا ہے۔ وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ پیپل ایک درخت ہے وہ دیوتا نہیں ہوسکتا۔ چاند، سورج، ستارے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور انسان کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ تجزیہ کرکے انکو صحیح مصرف میں لانا چاہئے۔ یہ خدا نہیں بن سکتے اور نہ انسان کی قسمت پر کچھ اثر ڈال

سکتے ھیں ۔ لا و الا بالفاظ دیگر کائنات فتح کرنے کا دروازہ ھے ۔ جبتک توحید کا نقش انسان کے دل پر نہیں بیٹھا تب تک انسان قدرت کے ھر مظہر کو فوق الفطرت قوتونکا مالک اور خدا سمجھتا رھا ۔ توحید نے انسان کو اس تذبذب کی کیفیت سے نجات دلا کر قدرت کے اسرار کی نقاب کشائی کی توفیق عطا فرمائی ۔ تمام الجھنوں سے آزاد کردیا جس سے انسان کا ذھن کائنات کی ھر چیز کا تجزیہ کرکے اسکی ماھیت معلوم کرنے کیطرف مائل ھوا ۔ اسطرح سے توحید میں گویا ایک عالمگیر علمی تحریک کی بنیاد رکھی ۔ جو چیزیں پہلے معبود سمجھی جاتی تھیں ان سے اب خدمت لی جانے لگی ۔ چاند ۔ سورج ۔ ستاروں پر کمندیں ڈالی جانے لگی ۔ بجلی دیوتا نہ رھی بلکہ انسان کی خادم بن گئی ۔ شجر و حجر اور دیگر تمام خدایان کہن خدائی کی مسند سے اتار لئے گئے اور سائنسی تجربہ گاھوں میں انسان کی علمی تجسس کا موضوع قرار پائے ۔ یہ توحید ھی کا اعجاز تھا کہ نفس انسانی کو بھی مطالعہ کا موضوع بنایا گیا اور تاریخ کے واقعات جو توحید سے پہلے اصنامی داستانوں اور خیالی امنگوں کے سوا کچھ نہ تھے توحید کا نقش دلوں پر قائم ھو جانے کے بعد موضوعی نقطہ نظر سے ضبط تحریر میں لا کر ان سے فلسفیانہ اور سائنٹیفک نتائج اخذ کرنا دنیا نے سیکھا ۔ تمام شعبہ جات علوم میں برق سے ترقی ھونے لگی نوع انسانی نے مظاھر کو حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر سے جانچنا سیکھا اور تجرباتی علوم کا دروازہ کھلا ۔

دنیا میں آزادی رائے اور حریت فکر کا چرچا توحید ھی نے عام کیا ۔ یورپ کے تمام سیاسی و اصلاحی انقلابات لا الہ کے ھی مرھون منت ھیں ۔ زمانہ حال میں توحید ھی کے اثر سے روس کے بھی ضمیر سے نعرہ لا برآمد ھوا اور وہ انقلاب خونی آیا جس نے تمام نظام ھائے کوھنہ کو برھم کردیا لیکن افسوس ھے کہ روس مقام لا میں ھی ٹھہر گیا ھے ایک دن آئیگا کہ الا اللہ کیطرف بڑھے گا ۔ کیونکہ زندگی مقام نفی میں آسودگی حاصل نہیں کر سکتی ۔

در مقام لا نیا ساید حیات
سوئے الا می خرامد کائنات

توحید کا بیج جب انسانی افراد یا اقوام کے دل میں بویا جائے تو زندگی باغ و بہار بن جاتی ھے ۔ تمام شیریں ثمرات اسکی شاخوں سے پھوٹ نکلتے ھیں ۔ کائنات مسلسل حرکت کر رھی ھے اسکی حرکت کا مرکز اور اصلی مقصود لا الہ لا اللہ کے سوا اور کچھ نہیں ۔

نقطہ ادوار عالم لا الٰہ
انتہائے کار عالم لا الٰہ

غرضیکہ توحید کے یہ تمام مضمرات زندگی قرآن کریم کی آیات اور حضور ص کی احادیث کے اندر مضمر طور پر موجود ہیں۔ علمائے امت اپنے اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق مضمر معانی کا انکشاف کرتے ہیں، موجودہ سائنسی دور کا تقاضا یہ تھا کہ توحید کا بحیثیت سرچشمہ زندگی کے انکشاف کیا جائے۔ کارکنان قضا و قدر نے یہ سعادت حضرت علامہ اقبال کو عطا فرمائی۔